مطلع

غمِ حسینؑ میں کھلتا ہی کیا ہے قربانی

در حالِ حضرت علی اکبرؑ

بند ۱۱۴

www.emarsiya.com

مرثیہ نمبر ۱۱

غمِ حسین میں کھلتا ہے کیا ہے قربانی
جو دل ہے آئینہ دل کی جلا ہے قربانی
یہ حیات میں بانگِ درا ہے قربانی
زمانہ ساز مرض کی دوا ہے قربانی
اسی سے نوعِ بشر کا رہا بھرم باقی!
اسی کے دم سے ہے انسانیت میں دم باقی

نہ شام جس کی ہو ایسی سحر ہے قربانی
خلافِ ظلم نوید ظفر ہے قربانی
کمالِ وسعتِ فکر و نظر ہے قربانی
جمالِ رفعتِ سعیِ بشر ہے قربانی
سنوارتی ہے یہ انسان کی شرافت کو
اسی سے ملتی ہے معراج آدمیت کو

بشر کے حق میں بڑا امتحان ہے قربانی
دماغ سوز ہے اور دل طپاں ہے قربانی
اگرچہ سخت اذیت رساں ہے قربانی
نوید زندگی جاوداں ہے قربانی
یہ رنج دے کے خوشی کا پیام دیتی ہے
یہ جان لے کے حیاتِ دوام دیتی ہے

نہ راہ ملتی ہو جب رہنما ہے قربانی
جب آس ٹوٹ چکے آسرا ہے قربانی
دلِ شکستہ کی آہ رسا ہے قربانی
ہلا دے عرش کو جو وہ دعا ہے قربانی
اثر پذیر اگر ہو تو کیا نہیں ہوتا!
وہ تیر ہے کہ نشانہ خطا نہیں ہوتا

یہ وہ بھنور ہے جو نزدیک کر دے ساحل کو
یہ وہ تڑپ ہے سکوں بخشدے جو بسمل کو
یہ وہ سکون ہے جو بسمل بنا دے قاتل کو
یہ وہ ادا ہے جو حق پر لگا دے باطل کو
یہ دشمنوں کے دلوں میں بھی گھر بناتی ہے
سوادِ شام کو نورِ سحر بناتی ہے

ہر ایک گام پہ تخریب جب ہو دامنگیر
نظر نہ آتی ہو جب کوئی صورتِ تعمیر
ہر ایک سمت سے جب بند ہو رہِ تدبیر
دعاؤں میں بھی نہ باقی ہو جب کوئی تاثیر
نہ جب ٹھکانا رہے مشکلات کی حد کا
یہی ہے ایک ذریعہ حصولِ مقصد کا

یہ ظلم و جبر کے تیور بجھا کے رہتی ہے
یہ زعمِ طاقت و دولت مٹا کے رہتی ہے
سرِ غرور و تکبر جھکا کے رہتی ہے
مخالفت کی فضاؤں پہ چھا کے رہتی ہے
مقابل اس کے جو آیا وہ خوار ہو کے رہا
جہاں میں راندۂ لیل و نہار ہو کے رہا!

www.emarsiya.com

یہ پیس ڈالتی ہے تمکنت حکومت کی
یہ کاٹ دیتی ہے شہ رگ کو بربریت کی
یہ توڑ دیتی ہے آہن شکن حصاروں کو
ضمیر کو جو ملا ہے یہ ذوقِ حرّیت!
زباں کو جرأتِ اظہار سے جو ہے نسبت
یہ سب ہے پرتوِ رنگِ نگارِ قربانی!

اگر وہ صاحبِ مقصد ہے استوار نہاد
بلائیں ٹوٹیں ستم ہوں نئے نئے ایجاد
اک آگ دل میں لئے آستیں چڑھائے ہوئے
بس اس کے بعد مصائب اذیتیں آلام
کبھی زباں کو چکھنا پڑیگا زہر کا جام
طرح طرح کے ستم سے مقابلہ ہوگا

کبھی تو ہوگی فقط مال و زر کی قربانی
پدر کو دینی پڑیگی پسر کی قربانی
مگر سمجھ لو کہ ہر ایک کا یہ کام نہیں!
یہاں تو جسم ہو انساں کا شیر کا دل ہو
بشر تو ہو مگر ان طاقتوں کا حامل ہو
نثار بجلیاں ہوں بازوؤں کی طاقت پر

بشر نے پایا ہے احساس کا جو اک جذبہ
کسی کے علم کا پیمانہ گر وسیع ہوا
جو علم کم ہے تو کم ہوگی قوتِ احساس!
جو اہلِ علم ہیں لیتے ہیں وہ دماغ سے کام
دماغ کھینچتا رہتا ہے خونِ جسم مدام
کبھی وہ تاب مصائب کی لا نہیں سکتے

یہ روند ڈالتی ہے وسعتِ خباثت کی!
یہ روک دیتی ہے رفتار نبضِ امارت کی
یہ موڑ دیتی ہے طوفاں کے تیز دھاروں کو
یہ دل میں قوتِ احساس کی جو ہے دولت
دماغ میں جو تفکر کی ہے صلاحیت
ہے زندگی کے چمن میں بہار قربانی

نکل پڑے گا بلا خوفِ ظلم و جبر و فساد
مگر جب آ گیا میداں میں ہر چہ باداباد!
بڑھے گا منزلِ مقصد سے لو لگائے ہوئے
کبھی صعوبتِ زنداں کبھی اجل کا پیام!
کبھی گلے پہ دھری ہوگی تیغِ خوں آشام
پہاڑ آئیں گے رستے میں کاٹنا ہوگا

تقاضا وقت کا ہوگا تو سر کی قربانی
اور اک پسر ہی نہیں گھر کے گھر کی قربانی
جہاں یہ سب کا گزر ہو یہ وہ مقام نہیں
کرے نہ اُف بھی قیامت اگرچہ نازل ہو
ملک بھی چیخ اٹھے اس سے گر مقابل ہو
پہاڑ سجدے کریں دل کی استقامت پر

فیوضِ علم سے ہوتی ہے اس کی نشو و نما
اسی لحاظ سے احساس بھی سوا ہوگا
حصولِ علم سے بڑھتی ہے شدتِ احساس
بدن میں خوں کی روانی کا ہے کچھ ایسا نظام
نحیف رہتے ہیں ایسے نفوس کے اجسام
کبھی وہ جسم کی تکلیف اٹھا نہیں سکتے

www.emarsiya.com

شرافت نسبی بھی بناتی ہے حسّاس
تو اس کو ہوگا بہت اپنی آبرو کا پاس
رذیل ذلیتیں سہہ لے گا اس کی عادت ہے
غرض وہ صاحبِ مقصد اگر ہے مردِ شریف
اگر خوشی سے اُٹھائے وہ جسم کی تکلیف
ہے یوں تو قدر کے قابل سبھی کی قربانی

یہ شرط بھی ضروری کہ پاک ہو مقصد
کسی طرف سے نہ پڑتی ہو اس پہ قبح کی زد
نہ ہو جو مقصدِ طاہر بنائے قربانی!
نہ صرف مقصدِ ارادہ بھی اپنا کام کرے
نظر کے سامنے ہوں مرحلے عواقب کے
جو اتفاق سے ہو جائے کب ہے قربانی

بہ فرضِ مائل تقریر ہے کوئی رہبر
چلاوے ایسے میں گولی جو کوئی بانیٔ شر
یہ سانحہ ہے یہ ہرگز نہیں ہے قربانی
رہے خیال کہ مقصد کے بھی چند اقسام
نظر کے سامنے دیکھے ہو بس اپنا کام
اسی کے واسطے صدمے سہے ستم جھیلے

نظر اُٹھائیے مقصد کے اور بھی ہیں حدود
اگرچہ اپنا بھی شامل ہو اسمیں نام و نمود
مفادِ دوسروں کا چونکہ اسمیں مضمر ہے
از روئے عقل وہ مقصد ہے سب سے اعلیٰ تر
عوام قوم قبیلہ سبھی ہوں پیشِ نظر
یہی تڑپ ہو کہ انساں کی بہتری ہو جائے

اگر کسی میں شرافت کی کچھ بھی ہے بو باس
بڑی شریفوں میں ہوتی ہے قوتِ احساس
شریف کیلئے ترچھی نظر قیامت ہے
بوجہ کثرتِ علم اُس کا جسم بھی نحیف
نگاہِ اہلِ نظر میں ہے قابلِ تعریف
مگر ہے وزن میں بھاری اُسی کی قربانی

نہ اُسمیں شائبۂ ضد ہو اور نہ بوئے حسد
خرد نے دی ہو اُسے حسنِ آرزو کی سند
کچھ اور ہوگی وہ شے ماورائے قربانی
قدم ہر ایک اُٹھے عقل کے سہارے سے
یہ اتفاق کی تھی بات کوئی یہ نہ کہے
بروئے کار ارادہ ہو جب ہے قربانی

ہے جان خطرہ میں مطلق نہیں اُسے یہ خبر
اور اس کے گھاؤ سے رہبر کی جان جائے اگر
یہ حادثہ ہے یہ ہرگز نہیں ہے قربانی
وہ ایک جسکی حدیں اپنی ذات تک ہیں تمام
لگی ہو دھن کہ کسی طرح پائے وہ انجام
نہ پھر بھی کام بنے جب تو جان پر کھیلے!

ہو جبکہ پیشِ نظر ملک و قوم کی بہبود!
کچھ اس میں شک نہیں مقصد ہے یہ بڑا مسعود
وہ جہد ہو مقصدِ ذاتی سے پھر بھی بہتر ہے
کہ جسمیں اپنی غرض نہ ہو مطلقاً مقسوم
ہر ایک آن ہو فکرِ فلاحِ نوعِ بشر!
یہ آدمی کسی حقوقِ سے آدمی ہو جائے

www.emarsiya.com

خیال دل میں یہ سہم کہ میرے رب قدیر
یہ کس خطا پہ زباں کو کیا گیا ہے اسیر
روا ہے اے مرے معبود کس شریعت میں
سمجھی تو ہیں ترے پیدا کیے ہوئے انسان
یہ اختلاف عقائد یہ اسقدر طوفان
سکوں کے جام کسی وقت پی نہیں سکتا
ہے رد بکار تفوق کا دل شکن جذبہ
لگی ہے آگ قیامت ہے ہر طرف برپا
کہاں تک ایسے مناظر کوئی کرے برداشت
ہر ایک گام پہ ہوتا ہے جان کا سودا
تو کیا محال ہے ایسی فضاؤں میں جینا؟
مرے تو یوں کہ زمانے کو زندگی مل جائے
جو ظلم و جور سے دب جائے اسکی کیا اوقات
خود اپنے خون سے لکھ ڈالے زندگی کے نکات
مرے تو خون کے آنسو رلا دے قاتل کو
بعزم منزل مقصد اگر قدم اٹھے
حکومتیں بھی جو آئیں تو ان سے ٹکرا لے
بضاعت اپنی جلے اور نظر ہو مقصد پر
اک اور مقصد اعلیٰ ہے زیر غور ابھی
اسی کے واسطے ہو وقف زندگی اپنی
یہی تو منزل آخر ہے عشق و الفت کی!
ہزار پیاس کی شدت ہو بھوک کا صدمہ
اگر وہ خوش ہے تو ان آفتوں کا ذکر ہی کیا
حرم کے در سے چھٹے گر روا تو یہ بھی سہی!

بشر کے پنجوں میں جکڑا ہے کیوں بشر کا ضمیر
عمل کے پاؤں میں ڈالی گئی ہے کیوں زنجیر
جو امتیاز ہے افلاس اور امارت میں
یہ کیا کہ ہے کوئی مسرور کوئی گرم فغاں
یہ زور و ضعف کے بادل میں کیوں شرر افشاں
قوی کے خوف سے کمزور جی نہیں سکتا
بشر ہوا ہے بشر کے خون کا پیاسا!
سسک رہی ہے بڑے درد و کرب میں دنیا
پہاڑ پھٹ پڑیں اور آدمی کرے برداشت
ذرا سی بات پہ بہتا ہے خون کا دریا
نہیں ہے سیکھا سلیقہ جینے کا نہ مرنے کا
بجھے چراغ تو دنیا کو روشنی مل جائے!
گلا کٹے تو کٹے مرد ہے تو رکھے بات
اجل کے صفحۂ دل پر بنا دے نقش حیات
خود اپنی راہ پہ چلنا سکھا دے قاتل کو
مجال ہے کوئی رستے میں آ کے روک بھی دے
قدم نہ پیچھے ہٹے زندگی رہے نہ رہے
چھری گلے پہ چلے اور نظر ہو مقصد پر
جہاں نگاہ میں ہو بس خدا کی خوشنودی
خوشی ہو اس کی تو اولاد بھی نہ ہو پیاری
اسی پہ ختم ہیں ساری حدیں محبت کی!
امنڈ رہی ہوں جفائیں برس رہی ہو قضا
اٹھا لے شوق سے لاشہ جوان بیٹے کا!
اسی میں ہے جو رضا ہے خدا تو یہ بھی سہی!

غرض کہ جتنی ہی مقصد کی سطح ہو اونچی
بلند علم و عمل میں ہو شخصیت جتنی!
ہر ایک لائق مدح صمیم ہوتی ہے!
اب آئیے ذرا قربانیوں کا جائزہ لیں
وہ قیمتی کسکی ہیں قربانیاں نگاہ میں لیں
جو نقل و اصل میں ہے فرق وہ دکھاتا ہے
کہیں ہے تذکرہ ایوب اور عیسیٰ کا
کسی کے لب پہ ہے جرجیس اور ذکریا
ہے اک طرف تو یہ سب انبیاء کی قربانی
زہے مدارج قربانی جناب خلیل!!!
پیمبران سلف میں نہیں ہے جنکا مثیل
وہ ذات آگ کو گلزار کر دیا جس نے
خدا نے جسکو پہنا دی کلاہ خلقت کی
وہ جسکی نسل میں ہے اک لڑی نبوت کی
وہ جسکی نظروں میں تھی ہیچ ماسوا کی بساط
وہ جسکی نسل میں ہیں کتنے مقتدر انساں
علی علوم مشیئت کا بحر بے پایاں
وہ جسکے خون میں آتی رہی مہک ہدایت کی
خلیل حضرت باری کی واہ رے عظمت
پیمبری کو بھی ہے ناز ایسی شخصیت
یہی دعا تھی کہ یارب تری رضا ملجائے
جو تین رات مسلسل یہ خواب میں دیکھا
خلیل سمجھے کہ خالق کا ہے یہی منشا
کہا یہ دل نے گذر جائے جو گزرنا ہے

زیادہ جتنی ہو شدت غم و مصیبت کی
اسی لحاظ سے ہو گی بلند قربانی
بلند تر ہو تو ذبح عظیم ہوتی ہے
یہ دیکھیں کس نے جلائی ہیں خون سے شمعیں
ہے کون کتنی بلندی سب کو دکھلا دیں
خذف خذف کو گہر کو گہر بناتا ہے
کہیں یہ ہوتا ہے سقراط کا بڑا چرچا
زباں پہ سب کی ہے قربانی خلیل خدا
اور اک طرف ہے یہ مصطفےٰ کی قربانی
وہ ذات اقدس و اعلیٰ خلیل رب جلیل
خدا کے گھر کی ہوئی جسکے ہاتھ سے تکمیل
دماغ شرک کو بیکار کر دیا جس نے
نبی وہ جسکو سعادت ملی امامت کی.
دلوں پہ کھینچدی تصویر جسنے وحدت کی!
الٹ دی جسنے بنائے ہوئے خدا کی بساط
محمد عربی وجہ خلقت دوراں!!!
حسین جو رخ شہادت کا نیر تاباں
ہو تین بھی چلیں راہ سے وراثت کی
خوشا نصیب اک انساں کی یہ اہمیت!
اب ان کے مقصد اعلیٰ کی دیکھئے رفعت!
یہ ڈر رہے نہ رہے اس کا مدعا ملجائے
کہ ذبح ہوتا ہے اپنے ہی ہاتھ سے بیٹا
ملا ہے عالم رویا میں جنکو حکم خدا
خلیل کچھ بھی ہو بیٹے کو ذبح کرتا ہے

تہیہ کر تو لیا دل مگر ہوا الجھن
بلایا بیٹے کو آئی بڑی کٹھن منزل
نکالیں دل سے کیسے یہ بڑی قیامت تھی
مگر کمال کیا ! اے خلیل کیا کہنا
خیال کیا ہے تمہارا یہ پھر یہ پوچھا
بشر کو منزل خلقت دکھائی ہے تجھے خلیل !
بیان کر چکے جب واقعات خواب خلیل
یہ خواب کیسا یہ ہے صاف حکم رب جلیل
جب آپ معرکۂ امتحان میں جائینگے
جواب سُنکے پسر کا پدر کا دل ٹھہرا !
کہاں کا قصد ہے جب ہاجرہ نے یہ پوچھا
کہ ایک دوست کی دعوت میں ہم کو جانا ہے
خلیل ساتھ میں لیجا رہے تھے ایک رسّی
سوائے اس کے بجز جواب کیا دیتی
کرینگے ذبح پسر کو جو ماں یہ سن پاتی
چلے تو گھر سے خلیل اپنے لال کو لیکے
ابھی یہ لخت جگر چھوٹ جائیگا مجھسے
تو خیر فکر نہیں - جو پڑے گی سہ لونگا
وہ پوچھے گی مرا لخت جگر کہاں ہے بتاؤ
خدا کے واسطے میرا پسر کہاں ہے بتاؤ
میں کس زباں سے کہونگا پسر کو ذبح کیا
اسی کشاکش ذہنی میں پہنچے منزل پر
دعا یہ کرتے تھے قابل طے مراحل پر
کہا یہ دل سے کہ جبر اختیار کرنا ہے

پدر کا دل تھا کسی اور کا نہیں تھا دل
پسر سے آنکھ ملانا بھی ہو گیا مشکل
خدا کا عشق تھا، فرزند کی محبت تھی
بیان کر دیا بیٹے سے خواب کا قصہ
خدا سے اتنی محبت یہ ہے عشق کا جذبہ
حد مجاز و حقیقت دکھا رہے تھے خلیل
تو عرض کرنے لگے یوں جناب اسمٰعیل
حضور شوق سے فرمائیں حکم کی تعمیل
تو اس حقیر کو بھی صابروں میں پائینگے
خلیل لے چلے بیٹے کو سوئے دشت منا !
نبی تھے اب بجز اس کے جواب ہی کیا تھا
سمجھ لیں آپ یہ اک قسم کا تقیہ ہے
جناب ہاجرہ بولیں یہ رسّی کیا ہوگی
کہ گھر یہ دوست کے شاید ہو کوئی قربانی
تو پھر خلیل کے گھر میں قیامت آجاتی
ضرور راہ میں یہ سوچتے رہے ہونگے !
میں کیسے دیکھونگا خون میں اسے تڑپتے ہوئے
سوال یہ ہے کہ ماں کو جواب کیا دونگا
نظر ملاؤ، وہ نور نظر کہاں ہے بتاؤ
ارے خلیل وہ نورس ثمر کہاں ہے بتاؤ
خود اپنے ہاتھ سے رشک قمر کو ذبح کیا
پہاڑ ٹوٹ رہے تھے خلیل کے دل پر
یہ آرزو کہ پہنچے سفینہ ساحل پر
پسر کو راہ خدا میں نثار کرنا ہے

یہ کہکے اپنی تو آنکھوں میں باندھ لی پٹی
محبت پدری احتجاج کرتی رہی!
مگر خلیل سے کہدو کہ معجزہ دیکھیں
جو کھولی آنکھ تو بیٹے کو خلیل نے دیکھا
خلیل غرقِ تحیر تھے ماجرا ہے کیا
ہمارے عشق میں کی تو نے ایسی قربانی
کروں گا عرض کہ صد مرحبا خلیل خدا
وہ دل وہ دل کا تیرے حوصلہ خلیل خدا
بیاں ہوئی تری دشت منا کی قربانی!
چراغ دیکھ کے سورج پہ ذہن جا پہنچا
کیا ارادہ تو تقابل کروں میں دونوں کا
بھلا خلیل کہاں مصطفےٰ کا لال کہاں
وہ زہد ساز وہ عصمت طراز آب و ہوا
وہ گھر کہ جس سے نکلتے ہیں علم کے دریا
کنارِ بنت محمدؐ میں تربیت پائی!
بحکم خاص خداوند ہر زمان و مکان!
یہ دیکھکر کہ ہے سرگرم کار شاہ زماں
یہ کاش لے مرے پروردگار ہو جاتا!
ادب سے میں نے کیا غور کون ہے بہتر
علیؑ کا نورِ نظر فاطمہؑ کا لختِ جگر
وہ جسکو گود میں لے لیکے جھومتے تھے رسولؐ
جِلا کے جس کی جسے سیدہؑ نے پالا تھا!
جو دشتِ ماریہ میں تین دن کا پیاسا تھا!
علیؑ کی آس محمدؐ کے دل کا چین حسینؑ

جگر کو دی بیٹے کے ہاتھ اور پاؤں کس رسی
پدر نے گردنِ فرزند پہ چلا دی چھری
چھری تو چل گئی بیٹے کو اب ذرا دیکھیں
بجائے بیٹے کے اک گوسفند ذبح ہوا
کہ آئی غیب کے پردے سے لتنے میں یہ صدا
قبول ہو گئی اے دوست تیری قربانی
خدا کو بھا گئی تیری ادا خلیل خدا
ہے درس عشق ترا واقعہ خلیل خدا
نظر میں پھرنے لگی کربلا کی قربانی!
جو دیکھا قطرے کو دریا نظر میں لہرایا
شعور رتبہ شناسی نے ٹوک کر یہ کیا
کہاں وہ شمع یہ خورشید لازوال کہاں
وہ حق فروز وہ انسانیت نواز فضا
علیؑ کے لال نے پائی اسی میں نشو و نما
خدا کو ناز ہے جس پر وہ شخصیت پائی!
خلیل کو نظر آیا تھا کربلا کا سماں!
کہا کہ ایسے بھی ہوں گے زمانے میں انساں
حسینیوں میں مرا بھی شمار ہو جاتا!
تو میری عقل پکار ی کہ مصطفےٰ کا پسر
وہ جسکے واسطے ناقہ بنے تھے پیغمبرؐ
دکھا کے سب کو گلا جس کا چومتے تھے رسولؐ
امینِ وحی نے جھولا جسے جھلایا تھا
جو رن سے لاشۂ اکبرؑ اٹھا کے لایا تھا
خلیل وادیٔ کرب و بلا حسینؑ حسینؑ

رسولِ حق کی اُمیدوں کا جو خزانہ تھا
وہ جسکی ذات پہ اللہ کا بھروسا تھا
بجز نبی و علیؑ صبر میں شجاعت میں!
یہی سبب ہے جو کرتے ہیں احترامِ حسینؑ
محمدؐ کا نام ہے باقی بوجہ نامِ حسینؑ
حسینؑ کی عظمت کو چھپا نہیں سکتے
خلیل حضرتِ باری کا ایک مقصد تھا
شہ زماں کے مقاصد کی وسعتوں کا پتہ!
یہی سمجھ لو شہ مشرقین کا مقصد!
کہ جو حلقۂ اجمال میں کریں محدود
نبیؐ کے دیں کی حفاظت امورِ حق کی نمود
نقوشِ علم کے جتنا اُبھرتے جائیں گے
پچاس سال کی کوشش کا یہ نتیجہ تھا
بدن پہ رخت خلافت زبان پر کلمہ
یہ فتنہ دل میں کہ ہو دینِ مصطفےٰ برباد!
کھلے خزانے یہ کہتا تھا وہ زبوں انجام
یہ کچھ نہیں بنی ہاشم کا ڈھونگ ہے اسلام
مجھے تو طاقتِ شاہی سے کام لینا ہے
سلف نے دین کی تصویر یوں مٹا دی تھی
عمل جو کرتا تھا بدکیش غیر اسلامی
مواد جمع تھے بدعت کے کارخانے میں
حسینؑ دیکھ رہے تھے بغور یہ نقشہ
کہا یہ دل میں کہ جبتک حسینؑ ہے زندہ
ہمارے ہوتے ہوئے دین کا چلن کیا ہے

نبیؐ کے بعد جو اسلام کا سہارا تھا
جسے پرکھ کے بمقصودِ خاص بھیجا تھا!
کوئی نظیر نہ تھی جسکی علم و قدرت میں
جہاں مقامِ محمدؐ وہیں مقامِ حسینؑ!
دوامِ حق بھی ہے وابستۂ دوامِ حسینؑ
یہ وہ چراغ ہے جسکو بجھا نہیں سکتے
بس اور کچھ نہیں خوشنودی و رضائے خدا
ہمیں تو کون و مکاں میں کہیں نہیں ملتا
خدا و رسول کا مقصد حسینؑ کا مقصد
خدا سے عشق و محبت رضائے ربِّ ودود!
فلاحِ نوعِ بشر اصطفائے بزمِ وجود
تو اتنا ہی یہ مقاصد بکھرتے جائینگے
کہ اک خبیث حکومت کے تخت پر آیا
ابولہب کا پرستار کفر کا پتلا
کہ دوں رسولؐ کا سارا کیا دھرا برباد!!
کہاں کی وحی کہاں کا پیام اور سلام!!!
انھیں کے تخت سے کر دونگا ان کا کام تمام
کہ ان سے بدر کا اب انتقام لینا ہے
ہوا بھی لگنے نہ پائی کسی کو مذہب کی!
تو سب سمجھتے تھے دینِ محمدی ہے یہی
ذرا سی دیر تھی اسلام کے مٹانے میں
وہ سب تھا ذہن میں محضر یہ جتنا لکھا تھا
خدا کے دین کو کوئی مٹا نہیں سکتا!
یہ ہے محال کہ سورج رہے کرن نہ رہے

یزید کیا ہے بھلا اور کیا ہے اس کی اساس
علیؑ کا بیٹا ہوں مجھکو نہیں ذرا بھی ہراس
شجاعت شہ مرداں اگر دکھا دے گا

سنوارنا ہے مگر مجھکو قوم کا کردار
بنانا ہے حق و باطل کے بیچ میں دیوار
کسی طرح بھی ہو تسخیر قلب کرنا ہے
بشر کی منزل رفعت اُسے دکھانا ہے
عدوئے حق کو بھی آشنا بنانا ہے
میں ورثہ دار ہوں ختم المرسل کی طینت کا

کریگا کیا کوئی تشریح مقصد شبیر
محیط سارے زمانے پہ اسقدر ہمہ گیر
اس اعتبار سے دیکھی سبھی کی قربانی!
کھنچی ہے شہ کے مقاصد کی دھندلی سی تصویر
مجھے تو ہوتا ہے محسوس یہ دم تحریر
عروس فکر تو منہ آنسوؤں سے دھونے لگی

کہ ہو کے پیچھے چلیں اب خیال کی لہریں
رضا کے دشت کو میزان تقدیر تولیں
نہ پوچھئے عظمت کربلا کے منظر کی!
وہاں تھی آنکھوں پہ پٹی کہ دل نہ ہو بیکل
وہاں اجل کا تصور یہاں اجل ہی اجل
وہاں خیال کے حلقے میں ابتلا محدود!

دہم کی صبح ہوئی موت کی فراوانی
امام دیں کے رفیقوں کا خون ہوا پانی
بنانا ہے تجھے جو صبر عظیم کی تصویر!

سنا ہے چھین لیں گے فوجیں بہت ہیں ایکے پاس
ہزار فوجیں ہوں کافی ہے اک مرا عباس
تو خاک میں اُمَوی نسل کو ملا دے گا!

دکھانا ہے مجھے دنیا کو دین کا معیار
مجھے نہ شوق حکومت نہ جنگ سے سروکار
اور اس کے واسطے مظلوم بنکے مرنا ہے
دل و دماغ کو بروئے کار لانا ہے
کسی طرح مجھے دین نبی بچانا ہے
میں ذمہ دار ہوں اسلام کی حفاظت کا!

زمانے بھر کے مقاصد ہیں جسکے آگے حقیر
نہیں خدا کی خدائی میں جسکی کوئی نظیر
بہت بلند ہے سبط نبی کی قربانی
کسی میں دم ہے مصائب کی کر سکے تفسیر
قلم سے آہ نکلنے لگی بجائے صریر
بڑھی وہ چوٹ کہ تخئیل میری رونے لگی

خلیل رب پہ جو گزری ہے اسکو یاد کریں
وہاں فقط متاثر ہوئی تھیں دو ذاتیں
یہاں تو ہو گئیں قربانیاں بہتر کی!!!
یہاں تھا ہر نفس آنکھوں کے سامنے مقتل
خلیل عزم و ارادہ حسین جوش و عمل!
یہاں وقوع میں آئیں بلائیں لامحدود

جفا و جور کے دریا میں آئی طغیانی
حسین دیتے تھے قربانیوں پہ قربانی
تو بنتی جاتی تھی ذبح عظیم کی تصویر!

وہ کربلا کا بیاباں وہ لق و دق صحرا
حسینؑ کا سرِ میداں وہ بار بار آنا!
وہ بار لاشوں کا وہ ضعفِ شاہِ والا کا
وہ پیاسے بچے وہ رہ رہ کے العطش کی صدائیں
جو چند گھونٹوں کی ہوتی بات تو انھیں سمجھائیں!
بتائیں صاحبِ اولاد کیسی مشکل تھی!
عزیز پہلے سے تیار ہی تھے مرنے پر
نگاہ کی شہِ جن و بشر نے سوئے پسر
تڑپ تھی دینِ محمدؐ پہ جان کھونے کی!
خلیلؑ بیٹے کو جب ذبح کرنے لیکے چلے
خیال تھا کہ کہیں کام میں خلل نہ پڑے
یہاں حسینؑ کو بیٹے پہ کیا بھروسہ تھا
جب آپ دیچکے اذنِ جہاد اکبرؑ کو
انھیں بھی اپنے ارادے سے باخبر کردو
بڑے ریاض سے دکھ سہہ کے تم کو پالا ہے
یہ سُن کے جانبِ خیمہ بڑھا وہ ماہ لقا!
لپک کر آنے کا انداز ماں نے جب دیکھا
سمجھ گئیں کہ یہ ساری خوشی ہے مرنے کی
قریب آیا جو لختِ جگر بلائیں لیں!
نگاہیں چہرۂ نورِ نظر پہ جا کے جمیں
نگاہیں پوچھ رہی تھیں کہ کیا ارادہ ہے
یہ عرض کرنے لگے ہاتھ جوڑ کر اکبرؑ
خدا کے حکم کے بعد آپ کا ہے حکم مگر
غلام کیا کرے اماں بڑی مصیبت ہے

وہ تیز دھوپ وہ گرمی وہ شعلہ بار ہوا
اٹھا کے لانا وہ ہر ایک شہید کا لاشہ
زمانہ معجزہ دیکھے یہ شیرِ زہراؑ کا
صدائیں ایسی جو پتھر کے دل کو بھی پگھلائیں
جو پانی ملنے کی امید ہو تو بہلائیں!
علیؑ کا لال تھا اور کتنی سخت منزل تھی
یہ فکر سب کو تھی اذنِ وغا ملے کیونکر
ملا جو موت کا پیغام جھوم اٹھے اکبر
انھیں تو لاج بھی تھی ہم شبیہ ہونے کی
یہ بات آپ نے پوشیدہ رکھی زوجہ سے
یہ آنچ مامتا کی ہے نہ جانے کیا کر دے
کلیجہ ماں کا تھا لیکن بڑا کلیجہ تھا!
کس اعتماد سے فرمایا ماں سے مل لو!
ذرا پھوپی سے بھی میداں کی اجازت لو!
پھوپی تمہاری ہے میرے لیئے وہ زہراؑ ہے
خوشی سے سرخ تھا اس نونہال کا چہرہ!
تو جیسے رکنے لگی سانس دل گھٹنے لگا
ملی ہے شاید اجازت جہاد کرنے کی!
جو مامتا کی لگی تیز آنچ تو رونے لگیں
زباں سے کہنا تو کچھ چاہتی تھیں کہہ نہ سکیں
ادھر سے تھا یہ اشارہ کہ مجھکو مرنا ہے
کچھ آپ دیکھ رہی ہیں ہوا کا رخ ہے کدھر
پھنسا ہے موت کے پنجے میں دینِ پیغمبرؐ
خدا کے دین کو میرے خون کی ضرورت ہے!

یہ سب سُن کے یہ، بولی وہ فاطمہؑ کردار
کروں گی شکر میں اے مری نبض کی رفتار
مری حیات کا بیڑہ بھی پار ہو جائے!
مگر میں چاہتی ہوں یوں لڑ کے مر جانا
کرو وہ جنگ کہ دشمن بھی مان لیں لوہا
مٹا دو نیزہ و شمشیر و تیر کی تاثیر!
وہاں سے پھر علیؑ اکبر پھوپی کے پاس گئے
پھوپی سے بھی لیے ہو کے رخصت سلام کر کے چلے
کہا کہ دل کے میں ارمان پورے کر لوں تو جاؤ
بولیں اتنے میں لیلےٰ انھیں رضا دیجئے
علیؑ کے لال کو اللہ خیر سے رکھے
مرے وجود مری زندگی خدا حافظ!
یہ پاس مقصدِ شبیرؑ مرحبا لیلےٰ
کریگا کیا کوئی تیرا مقابلہ لیلےٰ
یہ دل یہ ظرف یہ ہمت یہ حوصلہ بی بی!
وداع ہو کے حرم سے چلے علیؑ اکبرؑ
فرس پہ بیٹھے تھے یوں ہم شبیہ پیغمبر
ہوا یہ غل کہ نبیؐ آ رہے ہیں میدان میں
حسینؑ کو بشریت پہ ابھی قابو تھا
بڑا قلق تھا شبیہِ نبیؐ کے مٹنے کا
عجیب پیار کی تعمیر مٹنے جاتی ہے
یہی ہے حامل کردارِ سیدِ لولاک!
زبان ماہر گفتار سیدِ لولاک!
یہ زندگی کا خلاصہ قبول کر یا رب!

کہ جاؤ شوق سے میدان میں اور کرو پیکار!
جو تیرے خون سے نکھر جائے دینِ حق کی بہار
جو دین پہ مری دنیا نثار ہو جائے
مزہ تو جب ہے کہ پڑھیں عدو و کفر سے کلمہ
سمجھ لیں سب کہ یہ پوتا ہے شیرِ یزداں کا
دکھا دو خونِ جنابِ امیرؑ کی تاثیر
نہ جانے کتنے مراحل تھے جنکو طے کر گئے
سلام نے دلِ زینبؑ کے کر دیئے ٹکڑے
ذرا میں عون و محمد کو صدقے کر لوں تو جاؤ
حسینؑ خطرے میں ہیں ان کو کیجئے صدقے
یہ سُن کے تھام لیا دل کہا یہ زینبؑ نے
مرے چراغ مری آنکھ روشنی خدا حافظ
اجل کی گود میں بیٹے کو دیدیا لیلےٰ
ہزار ہاجرہ ہوں تجھ پہ سب فدا لیلےٰ
خدا و رسول پہ احسان ہے تیرا بی بی
چڑھے عقاب پہ اور رخ کیا سوئے لشکر!
کہ جیسے سیدِ لولاک کوہ فاراں پر
محمدؐ عربی آ رہے ہیں میداں میں
پسر کے چھٹنے کا صدمہ انھیں تھا اتنا
اٹھا کے ہاتھ یہ کی عرض میرے ربِ علا
ترے رسولؐ کی تصویر مٹنے جاتی ہے
روش ہے اس کی کہ رفتارِ سیدِ لولاک
دماغ واقف افکارِ سیدِ لولاک
نبیؐ کی شکل کا ہدیہ قبول کر یا رب!

ادھر دُعاؤں میں مصروف تھے امامِ ہدیٰ
سوادِ کفر میں نورِ محمدیؐ چمکا
وہ رعب وہ خلفِ بوتراب کے تیور
رجز پڑھا تو شبیہِ نبیؐ پہ آئے تیر
عدو کی فوج میں چمکی جو ہر طرف شمشیر
عقاب جاتا تھا یوں لشکرِ بے ایماں میں
ادھر تھا علم کا مرکز اُدھر تمام جہول!
اُدھر شعارِ ابوجہل اِدھر نبیؐ کے اصول
کھلی، کھلی تھی لڑائی نفاق و ایماں کی
نہ پوچھیے تو جو گھمسان کی لڑائی ہوئی
کہ ایسی کفر اور ایمان کی لڑائی ہوئی
لڑا وہ دلبرِ شبیرؑ ایسی شان کی جنگ!
مگر وہ دھوپ کی شدت عرب کا وہ صحرا
وہ تین روز کی بھوک اور ضعف کا غلبہ
جدھر نگاہ اُٹھی ظلم و شر کا بادل تھا
سنان ابنِ انس نے لگائی جو برچھی
اُدھر وہ قلبِ محمدؐ میں جا کے ڈوب گئی
یہ دی پدر کو صدا جلد آئیے بابا!
حسینؑ کی بشریت کے دل پہ تیر لگا
حسینیتؑ نے مگر شکر کا کیا سجدہ
خلیل آ کے سوئے میدانِ کربلا دیکھیں!
وہ دل سنبھالے ہوئے رن میں جا رہے ہیں حسینؑ
وہ ظلم و جور کی دنیا پہ چھائے ہیں حسینؑ
جوان بیٹے کی لاش اور سن کا سن دیکھو!

اُدھر وہ شبیہؑ بلاؤں کے بن میں جا پہنچا
نبیؐ کے جسم کی خوشبو سے بس گیا صحرا
اُحد میں جیسے رسالتمآبؐ کے تیور!
بڑھایا گھوڑوں کو اور حملہ آور ہوئے بے پیر
اِدھر سے یہ بھی بڑھے مثلِ شاہِ خیبر گیر
سفینہ نوحؑ کا چلتا تھا جیسے طوفاں میں
اُدھر تھے خارِ مغیلاں اِدھر گلاب کا پھول
اُدھر رسولؐ کی اُمت اِدھر شبابِ رسولؐ
اسی میں کھل گئی قلعی دلِ مسلماں کی
بڑے دزند و سے انسان کی لڑائی ہوئی
جو رکن دیں سے مسلماں کی لڑائی ہوئی
کہ یاد آ گئی صفین و نہروان کی جنگ
فضا تھی مثلِ تنور آگ اُگل رہی تھی ہوا
کہاں تک ایسے میں لڑتا وہ پیاس کا مارا
اکیلا شیر تھا اور دشمنوں کا جنگل تھا
اِدھر تو سینۂ اکبرؑ کے آر پار ہوئی!
گرا عقاب سے تیورا کے ہم شبیہِ نبیؐ!
ہوا میں حق سے ادا جلد آئیے بابا!
پدر کا دل تھا صدا سنتے ہی تڑپ اُٹھا
یقین ہو گیا مقصد کی کامیابی کا!
یہ کارنامۂ فرزندِ مصطفیٰؐ دیکھیں
وہ حد صبر و شجاعت دکھائے ہیں حسینؑ
وہ لاشہ علی اکبرؑ اُٹھائے ہیں حسینؑ
خلیل آخر یہ ہے قلبِ مطمئن

پسر کو خوں میں تڑپتا حسینؑ نے دیکھا
جو خون کلیجے سے اُبلا حسینؑ نے دیکھا
وہ سانس اکھڑنے کا منظر حسینؑ دیکھتے تھے
نہ بند آنکھ یہ تھی اور نہ دل دھڑکتا تھا
فرشتگانِ قضا و قدر کو سکتا تھا
ہزار غم تھے مگر ابروؤں پہ بل نہ پڑے!
اگرچہ لاکھ غم و رنج کے ستارے تھے
علیؑ کے نور کو رونے کا رلائے تھے
یہ سوچیں صاحبِ اولاد کیا قیامت تھی!
کنیز دیکھ رہی تھی یہ دلشکن منظر!
قیامت آگئی اب خاک اُڑاؤ کھولدو سر
یہ حال ہے کہ قدم شہ کے تھرتھراتے ہیں
یہ سُن کے خیمے میں اک حشر سا ہوا برپا
کیا جو بیبیوں نے شور ہائے لال مرا!
لحد سے فاطمہ تھامے ہوئے جگر نکلیں
پسر کی لاش کو جب شاہ خیمے میں لائے
یہ ماں کا حال کہ لیتی تھی زلفوں کے بوسے
کبھی وہ لاش پہ بیتاب ہو کے گرتی تھی!
بلک بلک کے یہ کہتی تھی کیا ہوا مرے لال
پھوپھی تڑپ رہی ہیں اُن کے پاس جا مرے لال
میں ماں ہوں مجھ سے پھرائی ہے کیوں نظر بیٹا!
سنبھالے دل کو قریب آگئیں زینبؑ ناشاد
جو دیکھا سینہ تو چلائی وہ بتولؑ نژاد
یہ اس کا پھول سا سینہ یہ زخم برچھی کا

گڑا تھا سینے میں نیزہ حسینؑ نے دیکھا
جوان بیٹے کا مرنا حسینؑ نے دیکھا
لہو اُگلتے تھے اکبرؑ حسینؑ دیکھتے تھے
جو دل کا حال تھا چہرے سے وہ جھلکتا تھا
کہ لاش دوش پہ تھی رنگِ رخ دمکتا تھا!
بس ایک فکر تھی زینبؑ کہیں نکل نہ پڑے
نہ جانے کتنے کلیجے پہ زخم کھائے تھے
حسینؑ وزنِ شبیہہ نبیؐ اُٹھائے تھے
پدر کا دوش تھا لختِ جگر کی میّت تھی
کہا یہ خیمے میں سیدانیوں سے چلّا کر!
حضور لاتے ہیں میداں سے لاشہ اکبرؑ
سنبھلتی جب نہیں میّت تو ڈگمگاتے ہیں
زمیں پہ گر پڑیں سر پیٹنے لگیں لیلیٰ
زمین ہلنے لگی آسماں لرزنے لگا
اُدھر سے ثانی زہراؑ برہنہ سر نکلیں
لپٹ لپٹ گئی ہر بی بی جسمِ اکبرؑ سے
کبھی لگاتی تھی سینے سے سر کو بیٹے کے
کبھی وفورِ محبت میں گود بھرتی تھی
میں صدقے جاؤں کہاں درد ہے بتا مرے لال
گزر رہی ہے جو دل پر انھیں سنا مرے لال
پدر سرہانے کھڑے ہیں سلام کر بیٹا!
یہ پوچھا میری کمائی یہ کیا پڑی افتاد
یہ خون خون ہے اے خون یا علیؑ فریاد
یہ زندگی کا نگینہ یہ زخم برچھی کا!

بس اب تو معجزہ کوئی دکھائیے نانا!
شبیہہ آپ کی مٹتی ہے آئیے نانا
اجل بھی زد میں ہے آکر بچائیے نانا
مرے نصیب کی بگڑی بنائیے نانا!

چھڑا کے ہم سے وطن کربلا نے لوٹ لیا
ہمیں بلا کے یہاں اشقیا نے لوٹ لیا
حسینؑ دھوپ میں لائے تھے گرم میت تھی
پھوپھی کو بھی ہوئی محسوس جسم کی گرمی
کچھ آس بندھ گئی اُمید کچھ نظر آئی
کہا نہ روؤ بہت اب دُعا کرو بھابھی
ابھی تو رُخ پہ نبوّت کی شان باقی ہے
ابھی تو کچھ مرے بچےّ میں جان باقی ہے

یہ بات سُن کے اِمامِ اُمم نے فرمایا
اُمیدِ مرچکی زینبؑ فسانہ ختم ہوا
لِکھا تھا جتنا مقدر کا ہوگیا پورا!
تمھارے لال کو تم سے اجل نے چھین لیا
تمہاری آنکھوں سے سو جائیگا نہال اکبرؑ
بس آج دیکھ لو اکبرؑ کو پھر کہاں اکبرؑ

وہ عزم وارثِ خیر البشر کی قربانی!
وہ اُلفتِ پدری وہ پسر کی قربانی
وہ ماں کا قلب وہ لختِ جگر کی قربانی
وہ دلِ پھوپھی کا وہ نورِ نظر کی قربانی
نہ ہوں گے اب شہِ بطحا نہ ایسی قربانی
نہ ہونگی زینبؑ و لیلےٰ نہ ایسی قربانی

رُباعیات

(۱)

دیں کو مرضِ الموت سے صحت دیدی
اِسلام کی نبضوں کو حرارت دے دی
سجادؑ کا وہ ضعف وہ ضعفِ اسلام
کمزور نے کمزور کو طاقت دے دی

(۲)

شبیرؑ شریعت کو سنوارا تو نے
اِسلام کی فطرت کو نکھارا تو نے
مِٹنے ہی کو تھا دلوں سے نقشِ توحید
خود اپنا لہو بھر کے اُبھارا تو نے

(۳)

جو آج رشتۂ ناز و نیاز باقی ہے
حسینؑ ہی کی بدولت یہ ساز باقی ہے
پڑھی نماز جو شبیرؑ نے تہِ خنجر
اسی نماز کے دم سے نماز باقی ہے